

ذات مُحَمَّدی صَلَّی اللَّهُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ

تَعْلِیقُ آدَمَ کَمَتْهائےِ کَمَال

حکیم محمد یحییٰ

اس کائنات میں کہہ ارض کا مقام کیا ہے؟ عالم کون و فساد سے
اس کے رشتہ کی نوعیت اور پھر اس اعتبار سے اس کی حیثیت و اہمیت کیا ہے؟
مزید بُراؤں یہ کہ اس کی تعلیق کیونکر ہوئی اور وہ کون کون سے تکوینی
مراحل سے گزری ہے؟

یہ اور اسی انداز کے چند در چند اور سوالیں ہیں جو ہمیشہ سے اہل
علم و فکر کے غور و تقصیر کا مدار و محور چلے آتے ہیں۔ ارضیاتی تحقیق سے
ذوق و شغف رکھنے والے ریسرچ اسکالرز نے اپنے اپنے احوال و وسائل کے
مطابق ان سوالات کا تشفی بخش جواب معلوم کرنے کے سلسلہ میں قابل
قدر کاوشیں کی ہیں۔ اور ان کی بحث و نظر کے نتیجہ میں ادراک و بصیرت کے
ایوان میں نئے دریچے کھلتے اور تازہ بتازہ، تو بہ نو گیلریاں سجتی رہتی
ہیں۔

تحقیق و دریافت کے اس ہمہ گیر سفر میں دنیا بھر کی تتریاً تمام قوسوں
کے علماء و حکماء نے اپنے تہذیبی ریچانات کی انگیخت پر یکسان جوش
و ولولہ سے طویل گام فرسائی کی ہے۔ چنانچہ ان کے اس (Long March)
کی بدولت علم و معرفت کی شاہراہ پر حقائق و شواہد کی بے شمار قندیلیں
روشن ہوئی ہیں۔ اور وہ آورده تجسس کے روشن و تابناک سوتیوں سے حکمت
و دانش کے خزانے جگمگا انہرے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اکتشاف و انکشاف کے اس عمل میں، احوال و ظروف کی رنگ رنگی اور تہذیبی ذوق کی بولمنوی کی بنا پر مختلف اقوام و ممالک کے سائنسدانوں کا انداز فکر اور اسلوب تحقیق جداگانہ ہے۔ اور انہوں نے اپنے طور پر الگ الگ پیرائے میں ڈاد تفتیش دی ہے۔ تاہم نتائج اور یافت میں بہت حد تک ہم رنگی موجود ہے۔

مادر گیتی کی کوکہ سے جنم لینے والوں نے کائنات کے مظاہر و ممکنات کو اپنے اپنے جوش و جذبہ اور پھر اسی کے زیر اثر آگے چل کر احترام و عقیدت کا محور بنایا ہے۔ ان مظاہر سے ممکنات کا رشتہ جوڑا ہے اور کرہ زمین کے تغیرات میں کون و فساد یعنی تعمیر و تغیریب کی کار فرمائیوں پر غور و خوض کر کے ارتقائی پیش رفت کی راہیں نکالی ہیں۔ اور اپنی تاریخ کے ہر موڑ پر آنے والی نسلوں کے لئے سنگ سیل گاڑتے آگے بڑھتے چلے گئے ہیں۔

موجودہ دور میں تحقیق و باز یافت کے لئے ہمہ نوع آسانیاں فراہم ہو گئی ہیں۔ اور تفتیش کا دائیہ ہمہ رسن حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ وسائل اور آلات کی فراوانیوں نے دنیا بھر کے علمی و فنی خزانوں سے حقیقتوں کے سچے سوتی رول رول کر جمع کر لئے ہیں۔ اور مختلف قوموں اور ملکوں کے تحقیقی سرمایہ، گردش ادوار کی دھول میں اٹھئے ہوئے اور استداد زبانہ سے دھنلاٹئے ہوئے سائنسی و علمی جواہر افکار کو یکجا کر کے فنکارانہ حسن کے ساتھ اجال کر یہ بکھرے ہوئے سوتی ایک لڑی میں پرو دئے ہیں، جس میں اہل علم و خبر کے لئے سزید سہولتیں سہیا ہو گئی ہیں۔

لیکن — ان آسانیوں اور فراوانیوں نے ایک یہ مشکل بھی پیدا کر دی ہے کہ انسانی علم و دانش کی نارسائی کا بھائٹا بیچ چوراہے میں پھوٹ گیا ہے۔ اور اب پوری وضاحت سے یہ بات عالم آشکارا ہو چکی ہے کہ ع

معلوم شد کہ ہیچ علوم نہ شد!

کائنات کی لائتھا وسعتوں کی بات چھوڑیتے۔ خود اس کرہ زمین کے سکنات پر کماختہ دسترس بھی دور کی بات ہے۔ یہ بیچاری دھرتی ساتا طبیعی اور سالماٹی عوامل کے جس دوسرے چنگل میں پھنسی ہوئی ہے اور ان کے بے رحم تحولات جس جس انداز سے ان کی ہیئت و حیثیت پر اثر ڈالتے جا رہے ہیں ان پر قابو پانا تو درکنار اس سلسلہ میں پیش قیاسی بھی شکل ہو رہی ہے۔ حضن طبیعی تغیرات ہی کا رونا نہیں ہے۔ زمین کے داخلی عناصر بھی بڑی طرح آسادہ خروج و غلیان رہتے ہیں۔ اور ہمارے جدید اہل علم و ہنر تازہ ترین اکتشافات و ایجادات سے مسلح ہونے کے باوصف تک تک دیدم دم نہ کشیدم کی تصویر بننے پیٹھے رہنے پر مجبور ہیں۔ اور فطرت کی ان سرکش قوتوں پر کنٹرول کرنے کی خاطر خواہ تدبیر کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

خیر! ان دقیق و عمیق باتوں کو چھوڑیتے۔ ہمیں تو اس مادر گیتی کی آغوش میں پرورش ہانے والے انسان کی ماہیت کا علم نہیں ہے۔ کائنات ارضی اور سوجادات عالم میں اس کے مقام و مرتبہ کو جانتے پہچاننے اور سمجھنے کا مرحلہ تو بعد میں آتا ہے۔ ہم تو ابھی اتنا بھی طرے نہیں کر سکتے کہ اس جس حیوان کے ضمیرات کیا ہیں اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی حیاتیاتی اقدار کی تعیین بجائے خود ایک مسئلہ ہے۔ روح جیوانی کی ماہیت اور عالمِ خلق و امر سے اس کے تعلق کی کیفیت ہنوز ہمارے حیطہ ادراک میں نہیں آسکی اس لئے ہم وجود اور اس کی حقیقت سے ابھی نا آشنا ہیں!

عقل انسانی نہ سمجھی آج تک راز حیات
عالم فطرت کے جلوے مسکرا کر وہ کئے

جسہد انسانی کی ترکیب عنصری کو عقل و تجویرہ کی چھلنیوں میں چھانٹے کے بعد بھی ہم اس کے میکنات و مضمرات کے باہر میں کوئی قطعی اور حتمی امور دریافت نہیں کر پائیں - ابھی تک ہمیں یہی علوم ہے بقول سعدی :-

آدمی زادہ طرفہ سعجولیست از فرشته سرشنہ وز حیوان
گر کند سیل این شود بد ازین ور کند سیل آن شود به ازان

افلاطون دنیا بھر کے دانشوروں اور فلسفیوں کا اسام اور پیشوا ہے - شرق و مغرب میں آج بھی اس کی حکمت قدیمہ اور افلاطونیت جدیدہ کے جہنم لے گئے ہوئے ہیں - اس نے کائنات کے طبیعی اور ماوراء الطبیعی اسرار و روز بہ عقل افروز روشنی ڈالی ہے - تاہم وہ انسان کی حقیقت اور ماہیت حیات کے بارے میں کچھ بتانے سے ہچکچا رہا ہے - اقبال کے بقول :-

تڑپ رہا ہے فلاطون سیان غیب و حضور
ازل سے اہل خرد کا مقام ہے اعراف

اس میں شک نہیں فلاطون کو "دانش برہانی" سے حصہ واپی سلاہے - لیکن چونکہ وہ "دانش نورانی" سے بھرہ ور نہیں تھا اس لئے عقل و حکمت کے آسمان سے تاریے توڑ لانے کے باوجود زین اور اس کے تکوینی خاتائق کے ادراک میں اکثر مقامات پر اس نے ٹھوکر کھائی ہے - اور انسان کی ماہیت کے باہر میں تو وہ حیرت و سیچارگی کے طسم ہفتخوان میں الجھا ہوا نظر آتا ہے :-

خرد سے راہ رو روشن بصر ہے خرد کیا ہے؟ چراغ وہ گزر ہے
درون خانہ ہنگائے ہیں کیا کیا چراغ وہ گزر کو کیا کیا خبر ہے

اصل یہی ہے کہ عقل کی نگاہیں اشیاء و اشباح (شکل وجودی) کا فوکس

تولے سکتی ہیں ان کے الدر تک نہیں اتر سکتیں۔ اس لئے ان کی حقیقت اور مانیت کا سراغ لگانے میں ناکام رہتی ہیں۔ وہ بسا اوقات معرفت کی دھلیز تک جا پہنچتی ہیں۔ لیکن درون خانہ جہانگیر سے قادر رہتی ہیں:

عقل گو آستان سے دور نہیں
اس کی تقدیر میں حضور نہیں
دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

عقل دوریں یقیناً بڑے کام کی چیز ہے۔ پر دل حق شناس کے آگے وہ بھی پانی بھرتی ہے۔ تعقل محض سے واسٹہ ضرور روشن ہو جاتا ہے۔ لیکن منزل تک پہنچنے کی سکت کہیں اور سے سلتی ہے:

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گھر کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

رازی اور زخمری کی نکتہ آفرینیاں اور سوشگانیاں اپنی جگہ لاکھ دانش افروز سہی لیکن قلب صافی اور ضمیر پاک کی نور افرا روشنی کے بغیر حقیقت کے جلوے نظر نواز نہیں ہو سکتے:

فطرت کو خود کے رو برو کر
تسخیر مقام رنگ و بو کر
قرآن کریم جو صحیحہ فطرت ہے اور خالق ارض و سماء کی کتاب حکیم
بھی، اپنی الہامی صداقتیں اور نورانی آیتیں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ عقل
و فکر کی صلاحیتیں بھی بروئے کار لانے کی پر زور دعوت دیتا ہے۔ اور نہ
صرف کائنات، عالم خلق و امر، ارض و سماء اور مظاہر فطرت وغیرہ کا مطالعہ
و مشاہدہ کرنے کو کہتا ہے، خود انسان کی تخلیق اور اس کی حقیقت پر غور
و نظر کی ہدایت بھی دیتا ہے۔

ارشاد خداوندی و فی النفسکم افلأ تیصرؤن! (کیا تم اپنے نفسوں میں جہانگ

کرنے نہیں دیکھتے) کے الفاظ اور پھر ان کے معانی پر غور کیجئے! نوع انسان کو اپنی حقیقت پر نظر ڈالنے اور نفس انسانی کی حقیقت کو ممکن حد تک سمجھنے کی دعوت کس درجہ بلیغ، معنی خیز اور مؤثر پیرانے میں دی گئی ہے!

ماہو الانسان؟

جیسا کہ ہم اوپر اشارہ کر آئے ہیں عصر حاضر کی سائنسی ترقیات، فنی پیش رفت، آلات و وسائل کی فراوانی، کمپیوٹروں، کولکیوٹروں اور انواع و اقسام کے سیٹروں کی بہتات کے باوجود انسان اور انسانیت کے باہر میں ہمارا علم ہے حد محدود اور مختصر ہے۔ قدماء محققین نے اس سلسلہ میں جن طبیعی اور ماوراء الطبیعی حقائق کی نشان دہی صدیوں پہلے کی تھی ہمارے جدید علماء اور سائنس دان اس پر بہت کم اضافہ کر سکرے ہیں۔ عہد نو کے مفتشین علم الامان کے بعض گوشوں کی چہان بین اور سابقہ اجمال کی تازہ تفصیل سے آگے نہیں بڑھ سکے۔

اس سلسلہ میں، آج سے چودہ سو برس پہلے قرآن حکیم نے اپنے مخاطبین سے جو بات کہی تھی۔ قل الروح من امر ربی وما اوتقیم من العلم الاقليلا (انہیں کہیے روح، میرے پرور دگار کے امر سے ہے اور تمہیں بہت کم علم و آگہی حاصل ہے) وہی بات آج کے علماء و محققین سے بھی کہی جا سکتی ہے۔

دانش حاضر میں تجزیہ، تحلیل، تجربہ، مشاہدہ وغیرہ استدلالی و استنباطی امور کی اساس پر علمی دریافتون کی قلعہ بندیاں عموماً زیادہ عرصہ تک برقرار نہیں رہتیں۔ اور یہ ہماری Rational Approach کا المیہ ہے کہ آئئے دن کے نظریاتی تغیرات کی بنا پر ان میں نت نئی درائیں پڑتی چلی جاتی ہیں۔ اور اس طرح ایک ایسا دن بھی آتا ہے کہ ظن و تخیل اور قیاس و گمان کی

سریفک عمارت دھڑام سے زین بدر آرہتی ہے۔ ان الظن لا یعنی من الحق شيئاً کمان و قیام کی رسائی ایوان صداقت تک نہیں ہوتی۔

علمائے بشریات نے ماہرین طبقات الارض کے اشتراک و تعاون کے ساتھ اور فکر و تحقیق کے باہمی مبادلہ کے نتیجہ میں جن حقائق کی سراغرسی کی ہے وہ بھی بڑی حد تک محل نظر ہیں۔ بلکہ کائنات، زمین اور انسان کے باہمی ربط و تعلق کے بارہ میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کا بیشتر حصہ مخصوص قیاسات پر مبنی ہے۔ ان ہم الا یغوصون یہ لوگ نری انکل سے کام لیتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ سائنسی آلات عقلی کاوشوں اور حساسی خاکوں اور جدولوں کے ذریعہ بہت سی نامیاتی و غیر نامیاتی چیزوں کے مختلف پہلوؤں پر معلومات و اکتشافات کا ڈیٹا تو جمع کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس طوبیار علم و دانش سے زندہ اور پاندار حقیقوتوں تک پہنچنا کارے دارد۔ ع

جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھئے وہ نظر کیا؟

ذی روح اور حیاتیاتی تعامل سے متصف اجسام نے طبعی اور کیمیاوی استھانوں سے گرفت میں نہیں آسکتے۔ اس کے لئے ہے روح اور ٹھوس کیمیاوی اعمال یکسر ناکافی ہیں۔ ضروری ہے کہ اپنے حواس و مشاعر کے ساتھ ساتھ دل یینا کی صلاحیتوں سے بھی استفادہ کیا جائے:

ہے ذوق تجلی بھی اسی خاک میں پنهان
غافل! تو نرا صاحب ادراک نہیں ہے

کسی چیز کی کنہ و حقیقت تک رسائی مخصوص عقلی تکاپو کے بس کی بات نہیں ہے۔ نرے تعلق نے شی کی نوعیت کا تو اندازہ ہو سکتا ہے لیکن حقیقت کی خبر تک نہیں ملتی۔ البتہ اگر عقل و ذہن کی گیرائی کے ساتھ ساتھ وہی

و الہام کے وجود انی علم کی روشنی بھی شریک حال و رفق را ہو جائی تو حقیقت نفس الامری تک پہنچ جانا چندان مشکل نہیں رہتا :

دل اگر اس خاک میں زلہ و بیدار ہو

تیری نگہ توڑدے آئینہ سہر و ماہ

قرآن حکیم میں تکوین کائنات، تخلیق ارض و سموات اور خلقت آدم کا تذکرہ کئی مقامات پر مختلف پیرایوں میں اور طبیعی اور سائنسی انداز سے کیا گیا ہے اور عالم خلق و امر میں انسان کی اہمیت و حقیقت کو خاص طور پر واضح کر دیا گیا ہے۔ تاکہ نہ صرف یہ کہ انسان اپنی حقیقت سے باخبر ہو جائے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اپنے، خلاق عالم اور رب العالمین کی ذات واجب الوجود پر بھی اسے ایمان و اذعان کی نعمت حاصل ہو سکے۔

ایک صاحب علم و نظر مسلمان جب اپنی چشم بصیرت واکرکے ماهیت وجود پر نگہ ڈالتا ہے، اور کائنات حیات میں اپنے مرتبہ و مقام کا مشاهدہ کرتا ہے، تو اس کے علم و یقین میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے، اور جوں جوں وہ اپنے وجود اور اس کے مالہ و ماعلیہ پر دسترس پاتا، اور عالم النفس کے غیر مختتم اور لامحدود ممکنات کا ادراک کرتا جاتا ہے، اس کے ضمیر و وجود میں ایمان و یقین کی بصیرت افروز اور طمانتی افزا شمعیں روشن ہوتی چلی جاتی ہیں۔

اس امر واقعی کا ابلاغ کئے بغیر ہم بہاء سے آگے نہیں بڑھ سکتے کہ معرفت ذات اور اس کے ذریعے خدا شناسی کا یہ تجربہ (من عرف نفسه، فقد عرف ربه) صرف مسلمان حکماء، فلاسفہ اور دانشوروں ہی کے لئے خاص نہیں ہے۔ بلکہ طبیعی علوم و معارف سے تحقیقی ذوق اور مناسبت رکھنے والے ہر ایک انسان کو اس سچائی کا ادراک ہو جاتا ہے اور وہ خلاق عالم کی

حکمت بالغہ پر بے ساختہ و بے اختیار عیش عش کر اٹھتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ آدم کی تخلیق میں عناصر اور سالمات کو التھائی خوبصورت اور بہترین تناسب کے ساتھ یکجا کیا گیا ہے۔ پھر اسی سلسلہ میں اس کی دانش برهانی اس کمال ہنر کا اعتراف کرنے پر بھی مجبور ہو جاتی ہے کہ انسانی وجود کے اجزاء و ستمولات کو ایک دوسرے سے متحد و مانوس رکھنے کی غرض سے قانون توازن کو پوری سہارت اور چابکدستی سے برداشتی گیا ہے۔

صناع ازل کی قدرت تخلیق کا یہ کرشمہ بھی دیکھئے کہ انسانی جسم کے وہ تمام بسانط اور مفردات جو آپس میں ایک دوسرے کی خلاف اور قطعی مختلف ہیں، اور ان کے خواص بالکل متناقض اور الٹ ہیں، باہم مل کر ایسے شیر و شکر ہو گئے کہ کسی جسم کی ترکیب یا کسی مادے کی تغیری میں قوام کی لطافت کا اس سے زیادہ تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔

چار اضداد کی کس طرح گوہ باندھی ہے؟

ناخن عقل سے کھلتا نہیں عقدہ تیرا

اسی طرح خالق کون و مکان کی عظیم ترین صنعت کا یہ اعجاز بھی ملاحظہ کے قابل ہے کہ انسان کے بدن میں عناصر و اجزاء کو بہترین توازن اور حسین تناسب کے ساتھ مخصوص ترکیب دینے پر ہی اکتفا نہیں کر لیا گیا بلکہ اس نوع تخلیق کے تمام جواہر اور اعراض کو اس کی سرشت میں گوندھ دینے کے بعد اس امر کی گنجائش یا یون کھٹے استعداد بھی سہیا فرمادی ہے کہ یہ مخلوق ضرورت کے وقت ہر طرح کے داخلی و خارجی عوامل اور موثرات سے سازگاری پیدا کر سکتی ہے۔ اور حالات سے سطاقت اختیار کر لیتی ہے۔

عناصر و جواہر کے اس حیرت انگیز مرکب میں حیز طبی سے مناسبت ہی کی اہلیت نہیں ہے زبان و آوان کے مطالبات سے ہم آہنگی کا داعیہ

بھی موجود ہے۔ اس پر متذاد، انسان کی طبیعت میں وہ تمام خواص اور کیفیتیں خلائق کے پورے کمال کے ساتھ گوندھ دی گئی ہیں جو اس نوع کی طبیعت اور فطرت کا مقتضی ہیں۔ اور جنہیں اس صاحب ارادہ اور فعال مخلوق کو کہہ ارض کی باقی تمام مخلوقات پر شرف و امتیاز عطا کرنے کے لئے ضروری نہہرا یا گیا ہے۔

یہ خواص و خصائص بدن انسانی کے عناصر ترکیبی کے باہمی تکرار کا نتیجہ ہیں۔ یعنی وجود آدم کے مختلف اور آپس میں ستضاد سالیے اپنے مادہ اور کیفیت کے لحاظ سے ایک دوسرے پر اثر ڈالتے ہیں۔ اور خود یہی اثر قبول کرتے ہیں۔ اس باہمی تفاعل سے کیمیاولی طور پر ان کے مواد و کیفیات میں کسر و انکسار کا عمل شروع ہوتا ہے۔ اور اکسیر و تکسیر کا یہ عمل مختلف اجسام کے اپنے اپنے مشمولات کی نسبت سے بو قلمون اور گونا گون اشکال پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس طرح ایک ہی نوع، انسان کے، مزاج، انداز، افتاد طبع، اور رجحانات کے اعتبار سے بے شمار پیکر بنتے چلے جاتے ہیں۔ جن کی مخصوص اوصاف و خصائص انہیں عالم خلق و امر کی دوسرا مخلوقات سے افضل و برتر قرار دینے کا سوجب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے لقد خلقنا انسان غی احسن تقویم کے شاندار اور غر انگیز لفظوں میں اسی حقیقت کا اعلان فرمایا ہے۔ اور بڑے ہر زور اور سُؤنِق انداز سے کہا ہے کہ

”هم نے انسان کو بہت ہی عمدہ قوام کے ساتھ ترکیب دیا ہے۔“

اس ارشاد میں نوع انسانی کے خلقی جمال، طبعی کمال، فطری استعداد اور مزاجی شرف وغیرہ ان تمام بنیادی خوبیوں اور خصوصیتوں کی طرف بصیرت افروز اشارہ کر دیا گیا ہے جن سے باقی تمام مخلوقات محروم ہیں۔ اور جو اس نوع خلقت کے شرف و اختصاص کا مابد الامتیاز ہیں۔

احسن تقویم کے توصیفی مرکب میں ایک دنیائی معائی آباد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہاں ہمیں ان پر تفصیلی گفتگو کی ضرورت ہے نہ گنجائش۔ البته اس کے سادہ اور قطری مفہوم پر سور کر لینا مناسب ہوگا۔ اور وہ ہے حسن تعديل۔ لیکن یہ پھر ایک مرکب اضافی ہے۔ جس کی تھوڑی سی توضیح ضروری معلوم ہوتی ہے۔

سلسلہ سخن کو آگئے بڑھانے سے پہلے ہم یہاں اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیں کہ اللہ جل شانہ نے اپنے تخلیقی هنر کے اس مظہر کو کچھ اس درجہ خوبی اور خوش اسلوبی سے تخلیق فرمایا ہے کہ وہ صرف ارضی مخلوقات ہی میں افضل و اشرف نہیں ٹھہرا بلکہ اپنے خداداد فضل و کمال کی بنا پر آسمانی تخلیقات پر بھی فوقیت لے گیا ہے۔

اس نکتے کی وضاحت شاید یوں کی جائے تو زیادہ قریب الفہم ہو جائے گی کہ جسم انسانی کے اجزاء ترکیبی کا تناسب و توازن میں کمال، اگر ارضی مخلوقات پر اس کی برتری کا باعث ہوا ہے۔ تو و نفخت فیہ من روحی (اور میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی) کا بے مثال اعزاز و اکرام عطا فرما کر خالق کائنات نے اسے نوابیں قطرت اور مرکبات سماوی پر بھی تفوق بخشش دیا ہے۔

الہامی اقتایوں اور آسمانی صحیفوں میں اس یادگار واقعہ کو ثبت کر دیا گیا ہے کہ عناصر تکوینی اور اسر رہی کے اس مہتم بالشان مرکب وجود آدم کو اس کے کردگار نے خود ہی بے مثال فخر و سباہات کے ساتھ فرشتوں کے سامنے پیش فرمایا اور یک گوئہ تحدی کے انداز میں انہیں اس کے علمی و عملی فضائل و کمالات کا مقابلہ کرنے کی دعوت دی۔ فرشتوں نے اس نئی مخلوق کے مقابلے میں اپنے قصور علم کا اعتراف کیا اور ضعف و عجز کے اقراری

ہو گئے ۔ تو علیم و حکیم خدا نے انہیں آدم کے احترام میں سجدہ تعظیم بجا لانے کا حکم صادر فرمایا ۔

حق یہ ہے کہ اپنی چند در چند خامیوں اور غلط کاریوں کے ہوتے ہوئے بھی آدم عالیٰ کے ہنر تخلیق کا عظیم شاہکار ہے ۔ فرشتوں نے اپنی کم نگاہی اور بے بصیرتی سے اس کے اجزاء و عناصر پر، اور ان کی ترکیب و تخمیر پر حقارت و استخفاف کی نظر ڈالی تھی اور بارگہ خداوندی میں ایک جملہ اعتراض کا کہہ دیا تھا ۔ جس کی پاداش میں اس نوری مخلوق کو تاریک شی کے اس پیکر بے ثبات کے سامنے شکست پندار سے دو چار ہونا پڑا تھا ۔

آب و گل سرستہ کی اس عنصری معجون میں حسن تعديل کی بدولت توازن کے کمال، تناسب کی نزاکت اور ترکیب میں لطافت نے کچھ ایسی کیمیائی خاصیتیں پیدا کر دی ہیں کہ وہ علم و حکمت، فکر و تدبیر اور عمل و عزیمت کے اوصاف کا بے نظیر مجموعہ بن گئی ہے ۔ قبارک اللہ احسن الخالقین (پس بارک ہے وہ اللہ جو بہترین پیدا کرنے والا ہے)

جو نگاہیں وجود انسانی کے عناصر و سالمات کی تحلیل و تجزیہ میں اٹک کر رہ جاتی ہیں اور جسد اسطوپسی سے زیادہ اس کو نہیں سمجھے پاتیں وہ فرشتوں کی مانند آج بھی غلط اندیشی کا شکار ہیں ۔ جب تک آدم کے سالماتی پیکر میں روح الہی (امر ربی) کی کارفرمائی کا ادراک نہیں کیا جا سکتا نہ تو مقام آدمیت کا شعور سکن ہے نہ اس کے وجود کے مسکنات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔ انسانی جسم میں امر ربی کے تعامل کے بغیر تدبیر و تسخیر بلکہ ارادہ و عمل تک کی صلاحیت نہیں ہے ۔ عنصری تفاعل سے کیمیائی خاصہ بے شک ظہور پذیر ہوتے لیکن روح حیات کی کارفرمائیاں شئی دیگر ہیں ۔

اپنے مفردات و جواہر کے طبیعی خواص اور عنصری کیمیاء کے زیر اثر

یہی اشرف المخلوقات انسان عموماً غیر ابتدیہ صلاحیتیں حاصل کر لیتا ہے۔ اور شرف آدمیت کے برعکس افرادی اور اجتماعی خراپیوں میں سبتلا ہو جاتا ہے۔ صحیح ہے انسان بقول یزدان ظلم بھی ہے جہول بھی ہے۔ جفا پسند و قرار نااشنا ہلوع و عجول بھی ہے۔ اس طرح وہ پہلے اپنی ذات پر اجتماع بشری اور آخر میں کوئی ارض کے لئے تحریک و فساد کا سوجب بن جاتا ہے۔ ظہر الفساد فی البر و البُر بِمَا كَسْبَ أَيْدِي النَّاسِ، خشکی تری ہر جگہ پر انسانوں کی غلط کاریوں کے نتیجہ میں تباہی و بربادی پھیل گئی ہے۔

باہم اللہ پاک مسیر الامور ہے۔ اس نے اپنے عدل روایت سے کام لیا اور جس مخلوق کو ان نے احسن تقویم میں حسن تعديل کے ساتھ جامہ خلت پہنایا تھا۔ اسے عناصر سفلی کی قتنہ سامانیوں ہی کے حوالہ کر دینا پسند نہیں فرمایا۔ بلکہ لطائف علوی کے ذریعے اس کی ذات کو طاغوتی اثرات سے محفوظ رکھنے اور حقیقت انسانیت پر ترقی کی راہیں کھولنے کا بہترین اہتمام کر دیا۔ والہ لطیف بعیادہ و هو یہدی السبیل اور وہ پاک ذات اپنے بندوں پر ہے حد مسہربان ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔

الله کریم نے نبوت و رسالت کا نظام اسی لئے قائم فرمایا کہ مخلوق کو اپنے خالق سے کیا ہوا ارزی بیثاق پیدا دلاتے۔ اور صراط مستقیم سے بھٹکرے ہوئے انسانوں کو فطرة اللہ پر واپس لے آئے۔

چنانچہ انسانوں ہی میں سے ایسی برگزدہ ہستیاں منتخب کرنی جاتی رہی ہیں جو حسن تعديل کے اعتبار سے اپنے معاصرین کی بہ نسبت سمتاز ہوں۔ اور جنہیں روح الہی سے بھی دوسروں کے مقابلہ میں بعراتب زیادہ مشرف کیا گیا ہو۔ پھر سكتب ریالی کی تادیب اور دبستان وحی کی تلقین کے ذریعہ ان کے فطری جوہر کو اور بھی جلا بخشی جاتی ہے۔ جس کی بنا پر یہ پاکیزہ

اور مقدس شخصیتیں اپنے اپنے مقام اور وقت پر انسان کے طبی و فطری ارتقا کا مظہر بن جاتی ہیں۔ اور چونکہ یہ لوگ معدل فطرت سے قریب تر ہوتے ہیں۔ ان کے فضائل و محاذیں بھی شرف انسانیت کے مطابق ہوتے ہیں۔ اسی لئے انہیں صفوہ بنی آدم سمجھا جاتا ہے۔

یہ انبیاء و مرسیلین کی جماعت ہے۔ جو اپنے ابناء نوع کی اخلاقی اصلاح، معاشرتی بہبود اور سیاسی پیش رفت وغیرہ میں ہے لوث اور بیش قرار خدمات انجام دیتی ہے۔ انسانی جمیعت میں تنظیم و اتحاد کی شیرازہ بندی کر کے عمل بالغیر اور آئین پسندی کا مربوط و مستحکم نظام برپا کرنا اس کا منصبی فریضہ ہے۔ اور وہ اپنے دور کی تمام فکری و عملی ناہمواریاں دور کر کے طغیان و عصیان کے رجحانات کا خاتمه کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے مثالی کردار و عمل کا موثر نمونہ پیش کر کے ماحول و معاشرہ کو تمام تر خراییوں اور کثافتون سے پاک صاف کر دیتے ہیں۔ اور پوری قوم میں پاکی، پاکبازی اور راست روی کا چلن عام کر دیتے ہیں۔ اس طرح ظلم و جہل کی زبوں کاریوں سے کھویا ہوا شرف آدمیت ایک بار پھر بحال ہو جاتا ہے۔ اور قافلہ انسانیت امن و عائیت کی راہ پر آگئے بڑھنے کے لئے ازسر نو تازہ دم ہو جاتا ہے۔

ہمارے محبوب و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آله وسلم انبیاء و رسول کے اسی صفوہ الصفوہ گروہ کے سرخیل ہیں:

فانه، شمس فضل هم کواكبها يظهرن انوارها للناس في الظلم

(آپ اس آسمان فضیلت کا چمکتا ہوا سورج ہیں۔ جس پر انبیائے سابقین ستاروں کی طرح آپ کے نور کی روشنیاں پھیلاتے اور انسانوں کے دلوں کی تاریکیاں دور کرتے رہے ہیں۔)

آپ کو آدم کی ساری اولاد پر سرداری کا فخر حاصل ہے۔ کہ آپ کے وجود گراسی میں نوع آدم کا تخلیقی کمال اپنی آخری حد کو پہنچ گیا۔ آپ کا ارشاد ہے۔ انا سید ولد آدم ولا فخر۔ میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں لیکن یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ (اس لئے کہ عنصری ترکیب میں حسن تعديل کا بے مثال شہکار ہونے کے باوصف اس انسان کامل کے نزدیک شرف و امتیاز کا مدار و انحصار امر ری پر ہے !)

آپ کائنات انسانیت کی کتاب ارتقاء کے حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور کسی محدود زمانے یا مخصوص گروہ کی اصلاح و تادیب پر ماسور نہیں۔ بلکہ قیامت تک ہوئی انسانی برادری ”کافلة للناس“ کی هدایت و رہنمائی کے عظیم منصب پر فائز ہیں۔ اور آنے والی تمام نسلوں کی فکری و عملی تطہیر اور ترکیب و یعلمهم الكتاب و الحکمة و یزکیمہم آپ ہی کے ذمہ ہے :

گشت او میعوت تا روز شمار از برائے کل خلق روزگار

حضور عالم انسانیت کے سب سے بڑے محسن و مردی ہیں۔ جنہوں نے نوع انسان کو ظلم و جہل، کفر و طغیان اور نفاق و افتراء کی اضطراب انگیز تاریکیوں سے نکال کر عدل و علم، ایمان و اطاعت اور اخلاق و اتحاد کی سکون آفرین روشن اور جگماتی ہوئی شاہراہ پر ڈال دیا ہے۔ اور اس دنیا میں جسد عنصری کو امن و عافیت کی طمائیت سے شاد کام اور آسودہ کرنے کے علاوہ اس کی روحری تیثاں کو آخرت میں اللہ رب العزت کی رضا اور وصال و خلود کی ایسی پرسیرت نعمتوں اور بخششوں سے لطف انداز ہونے کا اہتمام فرمادیا ہے۔ جن کی کیفیت بیان کرنا تو بہت دور کی بات ہے ان کا تصور بھی سمکن نہیں۔ اور یہ سب اس ذاتِ قلبی صفاتِ علیہ افضل التعبیات کی بدولت ہے جسے کردگار عالم نے اولاد آدم (جس میں انبیاء و مرسلین، اولیا و شہدا، صالحین،

علماء، حکماء، فلاسفہ، طبیعین، امرا و سلاطین وغیرہ ہر طبقے کے اکابرین شامل ہیں) کی سرداری و سربراہی عطا کی ہے۔

امام رسول پیشوائے سبیل	امین خدا مہبٹ جبرئیل
شفیع الوری خواجہ بعث و نشر	امام الہدی صدر دیوان حشر

آپ اپنی خلقت ہی کے اعتبار سے پوری انسانیت کے سر تاج نہیں حلق و فطرت کے لحاظ سے بھی ساری نوع انسانی میں سب سے بڑھ کر عظیم و جلیل ہیں۔

وہ دانائے سبیل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار را کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و سستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآن وہی فرقان وہی یس وہی طہ

حسن تعدل میں اس درجہ کامل اور مکمل بلکہ ستالی پیکر، پوری انسانی تاریخ میں نہ کبھی ان سے پہلے منصہ شہود پر آیا تھا۔ نہ آپ کے بعد کسی کے عالم وجود میں آنے کی ضرورت باقی ہے۔

ما يخلق الرحمن مثل محمد ص ابداً و على ما لا يخلق

آپ کے نوری پیکر میں سالماتی ترکیب کے باوجود کسی عنصری اور طبیعی ثقل یا کثافت کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ شفاقت اور لطفت کی التھا یہ ہے کہ وجود پاک کا سایہ تک معدوم تھا۔ اور روح سور کی نورانیت کا تو مذکور ہی کیا ہے!

جسد اطہر جمال بشریت کا آئینہ دار تھا تو نفس مزکی کمال لطفت کی تنوری۔ احسن الخالقین نے آپ کی طینت پاک کو حسن تعدل کے منتهائے کمال تک پہنچا دیا تھا۔ سچ ہے:

ہر چہ اسیں جمال است رخ خوب ترا
سمہ بر وجہ کمال است کما لا یخفی

البیان و رسول کے برگزیدہ طبقے کو ویسے بھی عام ابناء قوع کی بد نسبت
بہت سے اخلاقی محسن اور انسانی فضائل کچھ زیادہ ہی فراوانی سے عطا
کئے جاتے ہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چینستان انسانیت کے
ان گلہائے سربد کے مقابلہ میں بھی کہیں زیادہ افضل و برتر خصائص
ودیعت فرمائے کچھ تھے۔ والک لعلی خلق عظیم اور ہے شک و شبهہ آپ اوصاف
و اخلاق میں سب سے زیادہ عظیم ہیں۔

عقل دور اندیش سی داند کہ تشریفے چنیں
ہیچ دین پرور ندید و ہیچ پیغمبر نیامت

چونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام اقوام عالم کی قیادت عظمی
کا منصب بجلیل سولنا کیا تھا۔ اور پھر آپ کی بعثت تاریخ اقوام و ملل کے اس
دور میں ہوئی تھی جب کہ عالم انسانیت اپنے پھر پور شباب کو بہنج چکا
تھا۔ اور اس کا شعور انسانیت پختہ ہو گیا تھا۔ اور اب سشتہ الہی حضرت
سید الاولین والآخرین کو جو امام الانبیاء والمرسلین تو تھے ہی، خاتم النبیین
بنا کر ان کے توسط سے اولاد آدم کو اپنی آخری کتاب ہدایت عطا فرمیا دینا
اور آئندہ کے لئے سلسلہ رسالت کو ختم کر دینا چاہتی تھی۔ اس لئے ضروری
اور فطری امر تھا کہ آپ کو آدمیت کے فضل و کمال کی تمام تر خوبیوں اور
اوصلی سے مزین و مشرف کر دیا جائے۔

ہر رتبہ کہ بود در اسکان بر اوست ختم

ہر نعمتے کہ داشت خدا شد بر او تمام

خلق عظیم کے الہامی الفاظ میں یہ حقیقت بھی سفرہ ہے کہ خلت
میں حسن تعدل اور کمال افتخار کے مرتبہ بر قائز ہونے کی بنا پر فطری

طور پر آپ کے اوصاف و محسن سب انسانوں کے مقابلہ میں ستاز منفرد اور مخصوص نوعیت کے تھے۔ اور شرف انسانیت کے بہ خصائص بطور اختصاص، صرف آپ ہی کی ذات گرامی میں پائی جاتے تھے:

سرو نہ روید باعتدال محمد ص

تاریخ بشریت میں اس درجہ کمال و اعتدال کے اوصاف و اخلاق آپ کے سوا، کسی دوسرے انسانی وجود میں اتنی جامیعت اور کمال کے ساتھ نہیں ملتے۔ ایسا لکھتا ہے کہ مصور ازل نے صفحہ ہستی پر آپ کا پیکر جمال مرتسم و منقش کر دیتے کے بعد اپنا موقلم توڑ ڈالا تھا:

نہ تھا پہلے نہ اب ہے اور نہ ہو گا روز محشر تک
جهان میں ثانی خیرالبشر کوئی بشر پیدا

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خصائص بشری اور فضائل السالی کے سلسلہ میں تکمیل و جامیعت کا جو مقام رفیع عطا ہوا ہے وہ نہ تو کسی اور نبی و مرسل کے حصے میں آیا ہے اور نہ کوئی بشر اس کی رفتہ و عظمت کا قرار واقعی اور کماقہ اندازہ کر سکتا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ بہت سے علماء سیرت نے حضور سراپا نور علیہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم النشور کے خصائص و فضائل پر جداگانہ اور مستقل بالذات کتابیں مرتب کر ذاتی ہیں۔ لیکن جب صورت احوال یہ ہو، جس کی اوپر نشاندہی کی گئی ہے، تو ظاہر ہے کہ م Hammond و محسن رسول کا بیان و تبیان ما و شما کے بس کی بات نہیں ہے۔

وَأَنَّهُ در صاحب البردة حيث ما قال :

فَاقَ النَّبِيُّنَ فِي خَلْقٍ وَ فِي خَلْقٍ وَلَمْ يَدَلُوهُ فِي عِلْمٍ وَ لَا كَرْمٍ
وَ اَنَّ فَضْلَ رَسُولِ اللَّهِ لَيْسَ لَهُ، حَدَّ فَيَرْبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِقَمْ

ختصر ہے کہ انبیائے سابقین کے مجموعی اوصاف و کمالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سیں پورے اتمام و اکمال کے ساتھ جمع کر دئے گئے تھے۔ حسن یوسف، دم عیسیٰ اور ید بیضاء پر ہی بس نہیں۔ اخلاقیات کی اساس، حکمت، شجاعت، عفت اور عدالت، پھر ان پر مستزد اور بہت سی خوبیاں آپ کے پیکر قدسی میں اشعة نور بنا کر سمودی گئی تھیں۔

آنچہ بنیازند ازان دلبران جملہ ترا ہست و زیادت برآں

انہی خداداد صفات کمال کی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربع صدی سے بھی کم سی دنیا کی جاہل ترین، اجد، سفاک، حمیت جاہلیہ میں بنتلا، انتہا کی ضدی، بلا کی سرکش، بے راہ رو اور گمراہ قوم کو ہر طرح کے جسمانی، روحانی اور اخلاقی عوارض و مفاسد سے پاک و منزہ فرمایا کہ تاریخ انسانیت کی بہترین قوم بنا دیا، بلکہ اقوام عالم کی صلاح و فلاح کے مشن پر لگا دیا۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے رہبر بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو سیحہ کر دیا

